عقل مند کچھوا
برکی اقبال احمد
ایلسٹریشن : خالد بن سہیل

نہرو بال پستکالیہ

عقلمند کچھوا

مصنّف

برکی اقبال احمد

مصوّر

خالد بن سہیل

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

عقلمند کچھوا

چاروں طرف کھیت ہی کھیت تھے۔ ان کھیتوں کا سلسلہ حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ شمال مغرب میں بہت دور مست پوُرا کا پہاڑی سلسلہ ہلکے ہلکے جامنی رنگ کا بڑا دلکش نظر آتا ہے۔ ان کھیتوں میں کہیں کہیں کوئی کسان بھی نظر آ جاتے جو سر جھکائے اپنے کام میں مصروف ہوتے تھے۔ میلوں تک پھیلے ہوئے ان کھیتوں میں تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر چاروں طرف بے شمار درخت تھے ان درختوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کھڑے کھڑے اپنے اردگرد پھیلے ہوئے کھیتوں کی رکھوالی کر رہے ہوں۔

انہی کھیتوں کے درمیان بہت دور پہاڑوں سے کوئی دو کوس اِدھر ایک جگہ ایک قدرتی جھیل تھی۔ جھیل بہت زیادہ لمبی چوڑی تو نہیں تھی مگر اس کا پانی ہمیشہ صاف اور تازہ رہتا تھا۔ جھیل کے جنوب میں دور تک دلدلی زمین تھی، اس لیے یہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی تھی اور شمال کا علاقہ کچھ دور تک ریتیلا اور بنجر تھا۔ اس لیے یہ علاقہ بھی کھیتی کے لیے بے کار ہی تھا۔ غرض چاروں طرف پھیلے ہوئے کھیتوں کے درمیان یہ پورا علاقہ ایک عجیب سا سونا سونا اور ویران سا منظر پیش کرتا تھا۔

جھیل کے کنارے بنجر زمین کی طرف ایک بڑا سا پیپل کا درخت تھا۔ درخت کا کچھ حصہ جھیل کے اوپر سائبان کی طرح پھیلا ہوا تھا، اور کچھ حصہ دلدلی زمین کی طرف سایہ کیے ہوئے تھا۔ جبکہ بقیہ حصہ ریتیلی زمین کی طرف پھیلا ہوا تھا۔ جو حصہ جھیل کے اوپر تھا اس کی کچھ شاخیں جھیل کی سطح سے چند فٹ ہی اوپر رہی ہوں گی۔ دور دراز کے اکثر پرندے اڑتے ہوئے ادھر آ نکلتے۔ جھیل کی اوپر کی شاخوں پر کچھ دیر بسیرا کرتے اور پھر جھیل کا ٹھنڈا میٹھا پانی پی کر دوبارہ اپنے سفر پر پرواز کر جاتے۔ اکثر کسان جھیل سے دور ہی رہتے کیونکہ دلدلی زمین خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ وہ اپنے مویشیوں کو بھی اسی خوف کی وجہ سے اُدھر کا رخ نہیں کرنے دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جھیل اور اس کے آس پاس کا علاقہ ویران اور سنسان رہتا تھا۔ اسی جھیل میں کچھوؤں کی ایک جوڑی آباد تھی۔ یہ کچھوے بہت دنوں سے اس جھیل میں رہتے
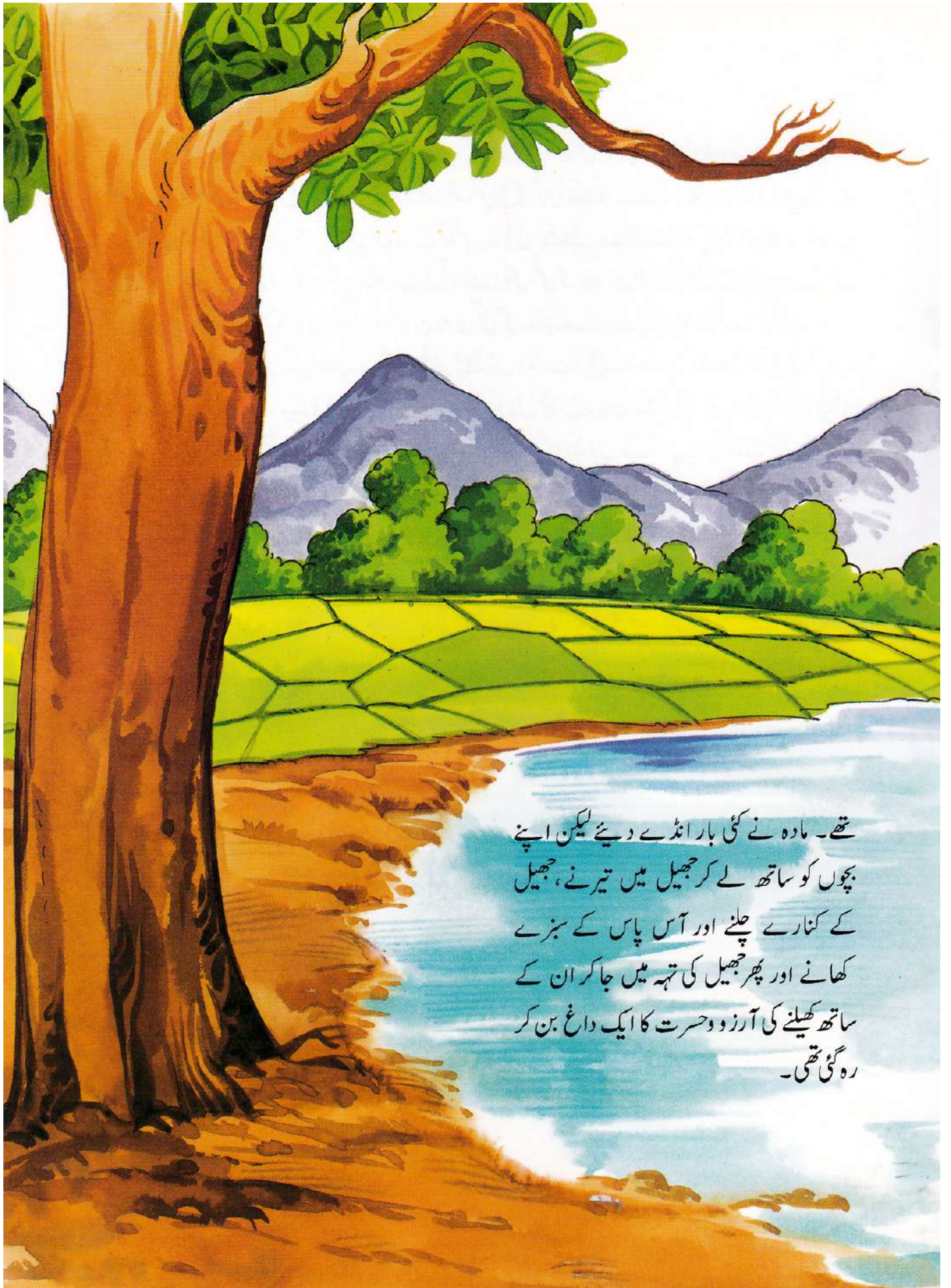
تھے۔ مادہ نے کئی بار انڈے دیئے لیکن اپنے بچوں کو ساتھ لے کر جھیل میں تیرنے، جھیل کے کنارے چلنے اور آس پاس کے سبزے کھانے اور پھر جھیل کی تہہ میں جا کر ان کے ساتھ کھیلنے کی آرزو و حسرت کا ایک داغ بن کر رہ گئی تھی۔

مادہ آج بہت ملول تھی۔ اداس تو نر کچھوا بھی تھا لیکن وہ کسی طرح ضبط کیے ہوئے تھا۔ آج پھر دونوں نے وہ دلدوز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آج پھر ان کے جگر کے ٹکڑے کو وہ ظالم جھپٹ لے گئی تھی آج تو مادہ کی جان ہی نکل گئی تھی۔ اس ظالم نے ان کے دل کے ٹکڑے کو تو جھپٹا ہی تھا نر کچھوے پر بھی چھلانگ لگائی تھی۔ وہ تو بس کچھوے کی قسمت اچھی تھی کہ وہ کسی طرح جھیل میں تیر جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ورنہ مادہ کی زندگی تو اجیرن ہو ہی گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ لرز کر رہ گئی تھی۔

مادہ کچھوا جھیل کے کنارے کے ریتیلے حصے میں انڈے دیتی۔ وہ اپنے انڈوں کو قریب قریب کر کے انہیں ریت کے نیچے دبا دیتی۔ وہ ان انڈوں کو اس طرح ریت کے نیچے چھپا دیتی کہ وہ بالکل غائب ہو کر رہ جاتے تھے۔ اس دوران اس کا زیادہ تر وقت انہی انڈوں کے آس پاس گذرتا تھا۔ پھر کچھ دنوں کے لیے وہ انڈوں کے قریب آنا چھوڑ دیتی۔ وہ جھیل کے کنارے آ کر بیٹھ جاتی اور انڈوں سے بچوں کے نکلنے کا انتظار کرتی رہتی۔ جب کوئی بچہ ان انڈوں سے نکلتا تو وہ اسے چمکار چمکار کر جھیل کی طرف بلاتی تا کہ وہ جھیل کے گہرے پانی میں آ کر محفوظ ہو جائے۔ وہ دن اس کے لیے بڑی خوشیوں اور مسرتوں

کا دن تھا۔ اس کا پہلا بچہ انڈے سے نکلا تھا۔ وہ اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی مگر یہ خوشی زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکی تھی۔ وہ اپنے بچے کو چمکار کر جھیل کی طرف بلا رہی تھی کہ اچانک کسی طرف سے ایک جنگلی بلّی دوڑتی ہوئی آئی اور آناً فاناً بچے کو اپنے جبڑوں میں دبا کر یہ جا وہ جا بھاگتی چلی گئی۔ پھر کچھ دور جا کر اس نے کچھوے کے بچے کو کچّا ہی چبا ڈالا۔ مادہ تو مارے خوف کے جھیل میں تیر گئی۔ مگر نر کچھوا جو دلدلی زمین پر بیٹھا ہوا تھا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ پھر جب مادہ دوبارہ جھیل کی سطح پر نمودار ہوئی تو نر نے اسے بھی اپنی طرف بلا لیا اور وہ دردناک منظر اسے بھی سنایا۔ دونوں کچھوے اپنے لاڈلے کی اس طرح موت پر خوب روئے تھے۔ پھر نر کچھوے ہی نے مادہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔

''چپ ...... چپ ہو جا...... صبر کر ...... چپ ہو جا......ابھی دوسرے بچے نکلیں گے ......
ہم انہیں جھیل میں چھپا دیں گے ...... پھر انہیں باہر نکلنے نہیں دیں گے ......اپنی جھیل کی سیر کرائیں گے ...... اور جب وہ خوب بڑے ہو جائیں گے تو اپنے ساتھ باہر لائیں گے ......اور ......اور انہیں ......''

نر کچھوا اسی طرح مادہ کو تسلی دیتا رہا۔

اس واقع کے بعد تین دن اسی طرح گذر گئے۔ چوتھے دن انہوں نے دیکھا، ان کا ایک دوسرا بچہ انڈا توڑ کر اور اپنے اوپر کی ریت ہٹا کر باہر نکل کر انگڑائی لے رہا ہے۔ نر اور مادہ دونوں خوش ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ مادہ مارے دلار کے دو ایک قدم آگے بڑھ گئی، اور پھر بچے کو چمکار چمکار کر اپنی طرف بلانے لگی۔ بچہ مادہ کی آواز سن کر اپنی آنکھوں کو مٹکایا پھر آہستہ آہستہ اس کی طرف رینگنے لگا۔ دونوں اس کی چال دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ بچہ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی وہ جھیل سے دو تین فٹ دور ہی تھا کہ یکا یک وہی جنگلی بلّی پھر کہیں سے موت کی آندھی کی طرح وارد ہو گئی اور پلک جھپکتے ہی بچے کو اٹھا کر دوڑتی چلی گئی۔ مادہ کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی۔

اس طرح ہر دوسرے تیسرے دن انڈوں سے بچّے نکلتے رہے اور جنگلی بلی کے منہ کا نوالہ بنتے رہے۔ اب کچھوؤں نے جھیل سے باہر نکلنا بھی تقریباً بند کردیا تھا۔ وہ اگر کبھی جھیل کی سطح پر ابھرے بھی تو دلدلی زمین ہی کی طرف رہتے۔ انڈوں سے نکلنے والا ایک بھی بچہ جھیل تک زندہ سلامت نہ آسکا۔ پھر کوئی تین چار ماہ بعد مادہ نے پھر ریتیلی زمین پر کچھ انڈے دیئے اور انہیں ریت کے نیچے دبا کر چلی آئی۔ کبھی کبھی وہ دیر تک جھیل کی سطح پر تیرتی رہتی یا پھر جھیل کے کنارے بیٹھ کر گھنٹوں انڈوں کی طرف دیکھتی رہتی۔ اس دوران اُس جنگلی بلی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ ایک بار بھی جھیل کے آس پاس کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔ دن گذرتے رہے کوئی ایک دیڑھ ماہ بعد پھر ان انڈوں سے بچے نکلنا شروع ہو گئے۔ مگر ابھی پہلا بچہ انڈوں کو توڑ کر انگڑائی لے کر سیدھا کھڑا ہوا تھا لڑکھڑاتے ڈگمگاتے اس نے قدم بڑھائے اور چلنا شروع کیا۔ چند قدم چلا پھر ٹھہر گیا۔ کافی دیر بعد پھر کئی قدم چلا اور ابھی مشکل سے اس نے چند فٹ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ وہی بلی بلائے ناگہانی کی طرح وارد ہوئی اور بچے کو منہ میں دبا کر بھاگتی چلی گئی۔ اس کے بعد اس کا معمول بن گیا تھا۔ وہ ہر دوسرے تیسرے روز آتی۔ کچھوؤں کے بچے جو جھیل کی طرف رواں ہوتے انہیں پکڑتی اور چھلانگ مارتی نظروں سے اوجھل ہو جاتی۔

یہ تیسری مرتبہ تھا کہ مادہ نے انڈے دیے لیکن اس کا ایک بھی بچہ زندہ نہ رہا اور نہ جھیل تک پہنچ سکا۔ بلکہ اس مرتبہ جنگلی بلی نے نر کچھوے پر بھی جھپٹا مارا تھا۔ اس واقعہ کے بعد نر کچھوا کچھ کھویا کھویا سا رہنے لگا۔ وہ ہر پل کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہنے لگا جیسے کوئی آندھی تھی جو اس کے ذہن میں چل رہی تھی۔

آخر ایک دن اس نے مادہ سے کہا: ''اس ظالم سے چھٹکارا ضروری ہے۔''

مادہ بولی: ''ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ کس طرح پیچھا چھڑائیں۔''

نر بولا: ''کچھ نہ کچھ تو کر ہی سکتے ہیں۔''

''میں آپ کو ایسا کوئی قدم اٹھانے نہیں دوں گی جس میں آپ کی جان کو خطرہ ہو۔'' مادہ تڑپ کر بولی۔

''خطرہ تو مول لینا پڑے گا۔ ظلم کو ختم کرنے کے لیے خطرہ مول لینا ہی پڑتا ہے۔''

''لیکن آپ کریں گے کیا ...... ہم کمزور ...... وہ طاقتور...... ہم رینگتے ہیں، وہ آندھی کی طرح دوڑتی آتی ہے...... ہم بھلا کس طرح اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔'' مادہ کہتی چلی گئی۔

"بس تم دیکھتی جاؤ...... بہت کام کرنا ہے ......اب وہ ظالم انڈوں سے بچے نکلنے تک ادھر کا رخ بھی نہیں کرے گی ...... اور اس عرصے میں مجھے سب کچھ کرنا ہے ...." نر جیسے خواب میں ہو اور اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو۔ پھر اس نے مادہ سے کہا "اچھا چلو جھیل کی تہہ میں چلتے ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ مادہ کے ساتھ جھیل میں ڈوبتا چلا گیا۔ اس روز سارا دن ساری رات اور اس کے بعد ایک دن ایک رات وہ مادہ کے ساتھ ہی ساتھ رہا۔ وہ جھیل میں تیرتے رہے۔ آبی نباتات کھاتے رہے۔ ایک مرتبہ وہ جھیل کی سطح پر بھی آئے اور جھیل کے قریب کے سبزے بھی کھائے۔ اور پھر جھیل میں تیرنے لگے۔

تیسرے دن کچھوا صبح سویرے جھیل کی سطح پر ابھرا۔ آہستہ آہستہ تیرتے ہوئے وہ دلدلی زمین کی طرف گیا۔ وہاں ٹھہر کر آنکھیں نچا نچا کر اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ کچھ دیر بعد ایک بار پھر وہ

پانی میں کود گیا۔ اس مرتبہ تیر کر وہ ریتیلی زمین کی طرف آیا۔ زمین پر قدم رکھا اور ٹھہر گیا۔ دو تین قدم اور آگے بڑھائے اور پھر رک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کھیتوں کی طرف چل پڑا۔ کچھوا چلتا رہا۔ چلتا رہا یہاں تک کہ ریتیلی زمین ختم ہوگئی۔ اور کھیتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ وہ چلتا رہا اور بہت زیادہ چلنے اور فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک ببول کے درخت کے پاس جاکر رکا۔ ببول کے درخت کے چاروں طرف اس کی کٹی ہوئی شاخیں بکھری پڑی تھیں۔ ببول کی ان شاخوں پر سفید چمکدار نوکیلے کانٹے ہزاروں کی تعداد میں چمک رہے تھے۔ اکثر کسان ببول کی شاخوں کو برسات کے شروع میں چھانٹ دیا کرتے اور جب ان کی فصل بڑی ہوتی اور کوئی جانور انہیں نقصان پہنچاتا تو وہ انہیں اپنے کھیتوں کے گرد کھڑا کرکے کانٹوں کی باڑھ لگا دیتے ورنہ مہینوں یہ شاخیں اور کانٹے اسی طرح پڑے رہتے۔ کچھوا ببول کی اُن شاخوں کا بغور معائنہ کرتا رہا پھر رینگ کر ایک شاخ بریدہ کے پاس گیا۔ اسے منھ میں دبایا اور گھسیٹنا شروع کیا۔ ببول کی کانٹے دار شاخ کو کھینچتے کھینچتے وہ جھیل کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ جس راستے سے یہاں تک آیا تھا واپسی پر اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔

کچھوا ببول کی شاخ کو ابھی تھوڑی ہی دور لے جاسکا تھا کہ ایک مینا اڑتی ہوئی آئی اور اس کے پاس بیٹھ گئی۔ کچھوے نے ایک مرتبہ آنکھیں گھما کر اُسے دیکھا لیکن رکا نہیں۔ مینا کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔

''اے کاہل کچھوے ...... یہ کیا ہو رہا ہے؟''

کچھوا کچھ نہ بولا۔

مینا پھر بولی'' کیوں کچھوے میاں ...... میں پوچھ رہی ہوں یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور آج تم اپنی جھیل چھوڑ کر اتنی دور کیسے نکل آئے؟''

اس پر بھی کچھوے نے کچھ نہیں کہا۔ وہ خاموشی سے کانٹوں کو گھسیٹتا رہا۔ مینا پھدکتی ہوئی اس کے ساتھ آگے بڑھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد مینا پھر بولی۔ ''کچھ لے ہی جانا تھا تو نرم رسیلے سبز پتے لے جاتے ...... بدھو کہیں کے ...... یہ کانٹے کیا کام آئیں گے......؟''

''مجھے اپنا کام کرنے دو...... جاؤ مجھے تنگ مت کرو......'' کچھوا بولا۔

''وہی تو پوچھ رہی ہوں کہ یہ کیا کر رہے ہو؟'' مینا بولی۔ ''اچھا تم اپنا کام کرو ...... میں تو چلی......'' کہتی ہوئی مینا دور تک پھدکتی چلی گئی اور کچھ ہی دیر میں نظر سے اوجھل ہو گئی۔

شام ہوتے ہوتے کچھوا ببول کے کانٹوں کو کھینچ کر جھیل کے کنارے پیپل کے درخت کے نیچے تک لے گیا۔ اس نے ایک خاص جگہ پر اس شاخ کو گھسیٹ کر رکھ دیا۔ اس نے کئی بار اپنا سر اٹھا کر درخت کی طرف دیکھا۔ اس کی شاخوں کا جائزہ لیتا رہا اور جب اسے اطمینان ہو گیا تو وہ جھیل کی طرف بڑھا۔ مادہ اس کے انتظار میں جھیل کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھوا تھکا ماندہ اس تک پہنچا۔ دونوں جھیل کے پانی میں تیر گئے۔ دونوں تہہ میں جا بیٹھے۔ کچھوے کے دونوں جبڑے بری طرح دکھ رہے تھے۔

دوسرے دن کچھوا پھر سویرے ہی اپنے کام پر روانہ ہو گیا۔ اس مرتبہ بھی اس نے وہی راستہ اختیار کیا تھا جس سے گذر کر وہ ایک روز پہلے ببول کے پیڑ کی طرف گیا تھا۔ وہاں جا کر گھوم پھر کر اس نے ایک شاخ بریدہ کا انتخاب کیا۔ ڈالی کو جبڑوں میں دبایا اور چل پڑا۔ کچھ دور جا کر اس نے اپنا راستہ دوبارہ تبدیل کر دیا۔ اس مرتبہ وہ ایک ایسے راستے سے جا رہا تھا جو ذرا طویل تھا۔ وہ ببول کے کانٹوں کو کھینچتا رہا۔ کھیتوں کے کنارے بنی مینڈھ پر ان کانٹوں کو بہت آسانی سے کھینچ سکتا تھا۔ وہ چلتا رہا۔ ابھی کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ وہی مینا پھر اس کے قریب آ بیٹھی۔ کچھوے نے نظر گھما کر اسے دیکھا مگر رکا نہیں۔ مینا نے اس سے پوچھا۔

''آخر یہ کانٹے تم کیوں اور کہاں لے جارہے ہو؟''
''دیکھو مینا بی بی ...... مجھے زیادہ تنگ نہ کرو...... بہت کام کرنا ہے مجھے ......'' وہ بولا۔
''وہی تو میں پوچھ رہی ہوں ......تم ان کانٹوں کا کیا کروگے؟''
''پھر کبھی بتاؤں گا ......'' کچھوے کا جواب بہت مختصر تھا۔ اس نے دوبارہ ڈالی کو منھ میں پکڑا ہی تھا کہ مینا بولی۔
''غضب خدا کا ...... بھاگو...... دیکھو بہت دور سے ایک کتا آرہا ہے۔''
''کہاں ...... کدھر ہے ...... کچھوا سٹپٹا گیا۔ اس پر گھبراہٹ طاری تھی۔ مینا اپنی جگہ سے اڑی پھر بیٹھ گئی اور کچھوے سے بولی''بہت دور ہے ابھی ......تم اسے دیکھ نہ سکوگے......لیکن جب تک تم اسے

دیکھو گے وہ قریب آجائے گا......"
کچھوا ڈالی کو چھوڑ کر کھیت میں اتر گیا اور فصلوں کے درمیان گھستا چلا گیا۔ فصل بھی اس طرح چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی کہ وہ اس میں چھپ کر رہ گیا۔ مینا اسے دیکھتی رہی اس دوران آنے والا بھی بہت قریب آ گیا تھا۔ کچھوا اس کے پیروں کی دھمک اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا۔ مینا بولی
"میں تو چلی ......" اور شور کرتی ہوئی فضا میں بلند ہوتی چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ بہت دور جا کر نظروں سے غائب ہوگئی۔ آنے والا کوئی کتا نہیں تھا بلکہ وہ ایک جنگلی لکڑ بگھا تھا۔ لکڑ بگھا شور کرتا ہوا مینا کی طرف دیکھتا ہوا دوڑتا چلا گیا۔ اس کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ کچھ دیر بعد اس کا کہیں کوئی پتہ نہیں تھا۔ کچھوا بہت دیر تک وہیں دُبکا رہا۔ کافی دیر بعد اسے پھر مینا کی آواز سنائی دی۔ وہ اس سے کہہ رہی تھی "او کاہل کچھوے نکل آؤ...... مصیبت گذر چکی ہے......"
کچھوا رینگتا ہوا باہر نکلا۔ اس نے دیکھا مینا ببول کے کانٹوں سے تھوڑی دور بیٹھی ہوئی ہے۔ جب وہ قریب پہنچا تو مینا نے پھر کہا
"لو یہ کانٹے اٹھاؤ اور اپنی راہ لگو...... اس سے پہلے کہ پھر کوئی مصیبت آجائے اپنا کام پورا کرلو۔"
کچھوے نے تشکر آمیز نگاہ سے اسے دیکھا اور بولا "مینا بی بی بہت بہت شکریہ......"
"شکریہ کیسا......"
"آج اگر آپ نہ ہوتیں تو میں تو گیا ہی تھا۔"
"چھوڑو ان باتوں کو...... ہم جنگل کے رہنے والے...... ہم بھی اگر اپنوں کے کام نہ آئیں تو...... تو کیا ...... خیر...... چھوڑو ان باتوں کو...... میں تو چلی...... میں تو صرف تمہیں بلانے واپس آگئی تھی......" مینا بولی۔
کچھوے نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور ڈالی کو جبڑوں میں دبا کر گھسیٹنے لگا۔ وہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج بالکل سر پر آ گیا۔ بھوک اور پیاس کے مارے اس کا برا حال ہوگیا تھا۔ مگر اس نے بھی جیسے جان کی بازی لگا دینے کی ٹھان لی تھی۔ وہ کانٹوں کو کھینچتا رہا۔ جبڑے دکھتے رہے۔ اسے نقاہت محسوس ہونے لگی تھی۔ لیکن وہ اپنے کام سے الگ نہ ہوا اور شام ہوتے ہوتے وہ پھر پیپل کے درخت کے نیچے جا پہنچا۔ دوسری کانٹے دار شاخ کو بھی اس نے پہلی والی شاخ کے برابر سے لگا کر رکھ دیا۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر وہ بوجھل قدموں سے چلتا ہوا مادہ کی طرف بڑھا۔

مادہ اسے دیکھتے ہی بولی ''افوہ ...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ پھر دوڑ کر اس کی طرف لپکی۔ دونوں ساتھ ساتھ پانی میں تیر گئے۔ تہہ میں جاکر مادہ نے کچھوے کے ہاتھ پیر دبائے۔ اس کے لیے آبی نباتات کا کھانا لگایا۔ دونوں چپ چاپ کھاتے رہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر کچھوا ایک طرف چارو ں ہاتھ پاؤں پھینک کر پڑا رہا۔ مادہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد بولی ''میں کہتی ہوں کیوں ہلکان ہو رہے ہو...... اس سے تو بہتر ہے کہ ہم یہ ٹھکانہ ہی بدل دیں......''

اس کی بات پوری ہونے سے قبل ہی کچھوا غصّے سے چیخ کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھیں لال انگار جیسی ہو رہی تھیں۔ بولا ''اب کچھ ایسی بات زبان سے مت نکالنا...... ظلم ...... ظلم ہے...... اور ظالم سے دُور جانا اس سے بھی بڑا ظلم ہے...... تم صرف میری سلامتی اور کامیابی کی دعا کرو...... بس......''

مادہ اس کے بعد کچھ نہ بولی۔ کچھ دیر بعد دونوں سو رہے۔

دوسرے دن صبح کچھوے کی آنکھ ذرا دیر سے کھلی۔ درد کے مارے اس کا سارا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ جبڑوں میں بھی بڑا درد محسوس کر رہا تھا۔ لیکن کچھوا پھر تیار ہو کر جھیل کی سطح پر ابھرا۔ کنارے آیا اور اپنے کام پر روانہ ہو گیا۔ اس مرتبہ اس نے ببول کی جو شاخ اپنے جبڑوں میں دبائی تھی وہ نسبتاً کچھ موٹی اور وزنی تھی۔ اس میں سے کئی ایک چھوٹی بڑی شاخیں پھوٹ کر ادھر ادھر نکلی ہوئی تھیں۔ ہر شاخ پر سفید نوکیلے کانٹے دکھائی دے رہے تھے۔ کچھوا اس مرتبہ اسی راستے سے واپس لوٹ رہا تھا جس راستے سے وہ آیا تھا۔ ڈالی کے موٹی اور وزن دار ہونے کی وجہ سے اسے بڑی دشواری پیش آ رہی تھی۔ کچھوا بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں سورج کی شعاعیں اس کے اوپر پڑنے لگیں۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سورج سے تیر نکل رہے ہوں اور اس کے جسم کے پار ہوتے جا رہے ہوں۔ کچھوا ڈالی کو کھینچتا رہا۔ وہ بہت دور نکل آیا۔ اسے آج مینا کا انتظار تھا لیکن وہ بھی ابھی تک اس کے پاس نہیں آئی تھی۔ وہ مایوس ہو چلا تھا۔ مگر اپنا کام تو اسے کرنا ہی تھا۔ خیالات میں ڈوبا وہ آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ اسے اپنے اوپر زور سے ہوا کا جھونکا سا لگا۔ مینا اس کے بالکل قریب ہی آکر بیٹھ گئی۔

''بڑی زندگی ہے بی بی تمھاری ...... ابھی میں تمھارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔'' کچھوے نے ڈالی چھوڑ کر اس سے کہا۔

''اچھا...... کاہل کچھوے...... چلو یہ تو معلوم ہوا کہ تم کچھ سوچ بھی لیتے ہو......'' مینا نے آنکھوں کو نچا کر کہا۔

کچھوے نے اس کی بات کا ذرا بھی برا نہیں مانا۔ تھوڑی دیر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا ''مینا بی بی...... ابھی بہت راستہ طے کرنا ہے۔ اس لیے میں اپنے کام میں لگ جاتا ہوں ......تم باتیں کرتی ساتھ چلتی رہو...... بولو ٹھیک ہے؟......'' اس نے کہا اور بڑھ کر کانٹوں کی ڈالی کو اپنے جبڑوں میں پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔

مینا نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ اسے کچھوے پر بہت ترس آیا۔ کچھوے کے جبڑوں سے خون بہنے لگا تھا۔ وہ بولی '' کچھوے میاں آخر بتاتے کیوں نہیں ...... یہ تم کیا کر رہے ہو ...... دیکھو تمھارے منھ سے خون نکل رہا ہے۔''

کچھوا رُکا۔ ڈالی چھوڑ کر اس نے آہستہ سے کہا ''اگر تم میری مدد کا وعدہ کرو تو بتاؤں گا ......لیکن وقت آنے پر......''

''ٹھیک ہے ...... میں وعدہ کرتی ہوں ...... اب تو تم پر ترس آنے لگا ہے۔'' مینا اس کے ساتھ پھدکتی ہوئی آگے بڑھی ''بولو تم مجھ سے کیا مدد چاہتے ہو......آج ہی بتادو...... شاید میں تمھارے کوئی کام آسکوں۔''

کچھوے نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا ...... اس نے پھر چلنا شروع کردیا۔ ابھی وہ کچھ دور ہی گئے ہوں گے کہ ایک دوسری مینا بھی قریب ہی آکر بیٹھ گئی۔ وہ بھی اب ان کے ساتھ ہی پھدک

رہی تھی۔ وہ کچھوے کو ڈالی گھسیٹتے ہوئے بڑی حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے پہلے والی مینا سے پوچھا ''یہ کچھوا ان کانٹوں کو کہاں لے جارہا ہے...... دیکھو تو اس کا منہ کیسا لہولہان ہورہا ہے......''

پہلی مینا بولی ''یہ تو میں بھی نہیں جانتی ...... مگر وہ مجھ سے کوئی مدد چاہتا ہے ...... اگر تمہیں کوئی کام نہ ہو تو چلو...... تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلتے ہیں......''

''مجھے کیا کام...... چلو...... جہاں تم وہاں میں......'' دوسری مینا بولی۔

کچھوا اپنا کام کرتا رہا۔ دونوں مینا اس کے ساتھ ساتھ پھدکتی رہیں۔ کبھی کبھی دونوں میں سے کوئی ایک فضا میں بلند ہو کر آس پاس کا نظارہ کر لیتی اور پھر زمین پر اتر آتی۔ شام ہونے سے پہلے پہلے آخر دونوں نے کچھوے سے پھر ملنے کا وعدہ کیا اور اڑ گئیں۔ کچھوے نے صرف آنکھیں گھما کر انہیں اڑتے ہوئے دیکھا تھا لیکن رکا نہیں۔ وہ چلتا رہا...... چلتا رہا...... اب بھوک پیاس کی شدت تو ایک طرف اسے اس ڈالی کو اپنے منہ میں پکڑنا بھی محال ہورہا تھا۔ اس کا جبڑا لہولہان ہو چکا تھا۔ مگر اس نے ہار نہ مانی۔ وہ اپنی جان کی بازی لگا دینے پر تلا ہوا تھا۔ بالآخر اندھیرا ہوتے ہوتے وہ ببول کی موٹی شاخ کو بھی پہلے لگائی ہوئی دونوں شاخوں کے برابر سے لگانے میں کامیاب ہو گیا۔

اس دن کے بعد کچھوا کئی دن تک جھیل کی سطح پر نہیں ابھرا پہلے دن تو کچھوا دن بھر بھوکا رہ گیا۔ جبڑوں کے زخم اور ان میں ہونے والے درد کی وجہ سے وہ کچھ کھا پی نہیں سکتا تھا۔ مادہ کئی بار اس کے پاس آئی۔

''آپ کچھ کھا تو لیتے......!''

''کس طرح کھاؤں......منہ ہلانے کی تو ہمت نہیں ہے......''

''لیکن اس طرح بھی تو............''

''کوئی بات نہیں ...... دو ایک دن میں سب ٹھیک ہو جائے گا......'' کہہ کر کچھوے نے آنکھیں موند لیں۔ مادہ کچھ دیر بیٹھی رہی پھر اٹھ کر ایک طرف تیرتی چلی گئی۔

دوسرے روز شام سے ذرا پہلے مادہ کچھ آبی نباتات منہ میں دبائے اس کی طرف آئی۔

''لو...... کچھ کھا پی لو......''

''ہوں ...... بھوک بھی زوروں کی ہے ...... مگر ...... خیر لاؤ ...... کوشش کرتا ہوں ......'' کہہ کر کچھوے نے ان نباتات کو منہ میں لے کر آہستہ آہستہ چبانے لگا۔

اسی طرح کئی دن گذر گئے۔ اب کچھوا پوری طرح صحت یاب ہو چکا تھا۔ ایک دن دونوں تیرتے ہوئے جھیل کی سطح پر ابھرے اور پانی میں ادھر ادھر چکر لگاتے رہے۔ پھر کچھوا اس طرف کنارے سے جا لگا جس طرف اس نے کانٹے دار ببول کی کٹی ہوئی شاخیں اکٹھا کی تھیں۔ کچھوا ان کانٹوں کو دیکھ رہا تھا۔ مادہ بھی اس کے پہلو میں آ کر غور سے کبھی کچھوے کو دیکھتی اور کبھی ان نوکیلے کانٹوں کو۔ بالآخر وہ بول اٹھی ''ان کانٹوں کا کیا ہوگا۔''

''بس دیکھتی جاؤ...... اب مجھے انڈوں سے بچوں کے نکلنے کا انتظار ہے۔

''مگر آپ کریں گے کیا...... دیکھو میں پھر کہتی ہوں جان جوکھم میں مت ڈالو...... اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو......''

کچھوا بولا ''مجھے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔''

تھوڑی دیر بعد کچھوا پھر جھیل میں تیرنے لگا۔ مادہ بھی اس کے ساتھ ہی تیرتی رہی۔ تیرتے تیرتے کچھوے نے دیکھا کہ درخت کی مختلف شاخوں پر بہت سی مینا ادھر ادھر گھوم گھوم کر پیپل کے گودے کھا رہی ہیں۔ اس کی نظر اس شاخ کی طرف اٹھ گئی جو جھیل کے بالکل بیچ میں نیچے کی طرف چلی آئی تھی۔ ایک مینا اس کے بالکل آخری کنارے پر آ گئی تھی۔ کچھوا نے اسے پہچان لیا۔ وہ تیرتا ہوا ٹھیک اس کے نیچے آ گیا۔ مادہ بھی اس کے قریب چلی آئی۔ مینا نے نیچے دیکھا اور بولی ''کاہل کچھوے...... کیوں...... پھر سے تو تم دکھائی ہی نہیں دیے۔''

کچھوے نے کہا ''اس طرف جھیل کے کنارے آؤ...... ریت پر...... باتیں کریں گے......''

''اچھا...... یہ لو......'' کہتی ہوئی مینا اڑی اور جھیل کے کنارے کی خشک ریت پر جا بیٹھی۔ کچھوا بھی تیرتا ہوا کنارے سے جا لگا۔

مینا بولی ''کیا تمھارا کام ہو گیا۔''

''نہیں...... ابھی بہت کام کرنا ہے مجھے......'' کچھوے نے جواب دیا۔

''تو پھر تم اور کانٹے لینے کیوں نہیں آئے؟ اور یہ کانٹے تو وہی ہیں نا جو تم کھینچ لائے تھے...... انہیں یہاں کیوں رکھ چھوڑا ہے۔''

''میرا خیال ہے اتنے کانٹوں میں میرا کام ہو جائے گا...... ہاں تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا......'' کچھوے نے یاد دلایا۔

''ہاں ہاں ...... بالکل یاد ہے...... اس لئے تو آئی ہوں ...... تم مجھ سے کوئی مدد چاہتے ہو...... بولو میں تمھارے لیے کیا کروں......'' مینا بولی۔

اسی دوران دوسری مینا بھی وہاں آ بیٹھی۔ کچھوا بولا ''یہ میں وقت آنے پر بتاؤں گا۔ کیا تم اسی طرح مجھ سے ملتی رہوگی......؟''

''کیوں نہیں ...... ہم روز اس درخت پر آتے ہیں ...... اچھا اب ہم جائیں گے۔ آج ہمیں اپنے دوست طوطے کے یہاں بھی جانا ہے۔ اس کے بچوں کو ایک شکاری گھونسلوں سے نکال لے گیا...... وہ بڑا اُداس ہے......''

''بے چارہ طوطا...... اس بات سے مجھے بڑا صدمہ ہوا......'' کچھوے نے کہا۔

''اچھا پھر ملیں گے'' کہہ کر دونوں مینا اڑ گئیں۔ دونوں کچھوے پھر جھیل میں تیرنے لگے۔

کچھ مہنے بعد مادہ نے پھر انڈے دیے اور ان انڈوں کو ریت میں دبا دیے۔ وہ روز انڈے دیتی اور ان کو ریت کے نیچے دبا دیتی اس طرح کئی انڈے دور تک پھیلی ہوئی باریک ریت کے نیچے چھپ گئے تھے۔ اس دوران کچھوا بڑا خوش نظر آرہا تھا۔
دن گذرتے گئے۔ کچھوا اور اس کی مادہ روز کنارے پر آکر اس جانب نظر لگائے گھنٹوں گذار دیتے۔ ایک دن جب دونوں کنارے پر بیٹھے انڈوں کی طرف نظر جمائے ہوئے تھے مینا بھی وہاں آبیٹھی۔
کچھوے نے مینا سے کہا ''اب مجھے تمھاری مدد کی ضرورت پڑے گی۔''
''میں تیار ہوں۔ میرے بس میں جتنا ہوگا میں تمھارے کام آؤں گی۔'' مینا بولی۔
کچھوے نے اس دن اسے اپنے اوپر بیتنے والی ساری داستان سنائی، اور اسے بتایا کہ کس طرح اس کے بچوں کو ایک ظالم جنگلی بلی اٹھا لے جاتی ہے۔ کہتے کہتے وہ آبدیدہ ہوگیا۔ مادہ تو پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ کچھوے کی دردناک کہانی سن کر مینا کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ بالآخر اس نے کہا ''ٹھیک ہے۔ صبر کرو...... لیکن میں تمھاری کیا مدد کرسکتی ہوں......''
کچھوے نے کہا ''اب پھر انڈوں سے بچے نکلیں گے۔ لیکن...... بچے بہت آہستہ چلتے ہیں...... میں چاہتا ہوں کہ ان کے باہر نکلنے سے پہلے............''
''ہاں...... ہاں بولو...... باہر نکلنے سے پہلے کیا......؟''
لیکن کچھوا اس کی بات کا جواب دینے سے پہلے اپنی مادہ کی طرف گھوم گیا اور بولا ''اب تم جھیل میں جاؤ...... میں ابھی آتا ہوں......''
''مگر......آپ......'' مادہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔
کچھوے نے اس کی بات کاٹ کر کہا...... تم جاؤ...... جو کہتا ہوں کرو۔''
مادہ جھیل میں اتر گئی اور تھوڑی دیر میں پانی میں غائب ہوگئی۔
جب مادہ غائب ہوگئی تو کچھوے نے مینا سے کہا ''مینا بی بی...... میں چاہتا ہوں کہ بچے کے ریت سے نکلنے سے پہلے ہی تم اسے اٹھا کر درخت کی اس ڈالی پر رکھ دو جو ان کانٹوں کے بالکل اوپر ہے۔''

''مگر اس سے ہوگا کیا ......؟'' مینا نے پوچھا۔

''یہ میں بعد میں بتاؤں گا ...... بولو ...... میرا کام کروگی۔''

''یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن تم ٹھہرو ...... میں ذرا اپنے دوست طوطے سے پوچھ لوں ......''

''تم نے وعدہ کیا تھا ......'' کچھوا بولا۔

''میں اپنے وعدے پر قائم ہوں ...... لیکن اگر طوطا راضی ہو جائے گا تو یہ کام ہم آسانی سے کر سکیں گے۔'' مینا بولی۔

''اچھا ...... پوچھ لو ...... لیکن اب وقت بہت کم ہے۔''

''میں کل ہی آجاؤں گی ...... اچھا چلتی ہوں ......'' کہہ کر مینا اڑ گئی۔

کچھوا بھی پلٹ کر جھیل میں چلا آیا۔

دوسرے دن کچھوا بہت سویرے جھیل کے کنارے آ بیٹھا۔ مینا کا دور دور تک کوئی پتہ نہیں تھا۔ درخت پر بہت سی چڑیاں بیٹھی شور کر رہی تھیں۔ ایک چڑیا اُڑتی ہوئی آئی اور جھیل کے کنارے بیٹھ کر پانی پینے لگی۔ جب وہ پانی پی چکی تو کچھوے نے کہا ''تم لوگ اتنا شور کیوں کرتی ہو؟''

چڑیا بولی ''چپ رہ کاہل کچھوے ...... ہم اگر شور نہ کریں تو سورج کیسے نکلے گا۔'' چڑیا پھر اڑ کر درخت پر جا بیٹھی۔

اب سورج آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔ بہت دیر بعد کچھوا کچھ مایوس سا ہو چلا تھا کہ اچانک کئی مینا اس کے قریب آ بیٹھیں۔ ان میں ایک طوطا بھی تھا۔ انہیں دیکھ کر کچھوے کی باچھیں کھل گئیں۔ کچھوے کی دوست مینا آگے بڑھی اور بولی ''ہم آ گئے۔''

''شکریہ'' کچھوا مسکرایا۔ پھر اس کی نظر انڈوں کی طرف اٹھ گئی۔ اس نے دیکھا ایک جگہ کی ریت کے ذرّوں میں ہلچل ہو رہی تھی۔ اس نے بے تابی سے کہا ''دیکھو ...... بچہ نکل رہا ہے ...... بس یہی وقت ہے ...... دوڑو ...... بچے کو ریت سے نکال کر وہیں پر پہنچا دو جہاں میں نے بتایا ہے۔''

مینا اور طوطے نے بھی پلٹ کر دیکھا۔ ریت کے ذرّات پھسل پھسل کر ادھر اُدھر گر رہے تھے۔ مینا

اور طوطا اُڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ اپنے پیروں سے وہاں کی ریت ہٹائی۔ انہوں نے دیکھا ایک بچہ انڈے کو توڑ کر باہر نکل چکا ہے اور اب اوپر چڑھ آنے کے لیے زور آزمائی کر رہا ہے۔ طوطے نے اسے اپنے پنجوں میں دبایا اور اُڑ گیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری چڑیاں بھی اُڑ گئیں۔ طوطا بچے کو لے کر اس ڈالی پر آیا جو ٹھیک کانٹوں کے اوپر تھی۔ اس نے آہستہ سے پتوں کے درمیان اسے رکھا۔ مینا بڑھ کر پتوں کے ڈنٹھلوں میں بچے کے پیروں کو پھنسانے لگی۔ کچھوے کے بچے کو وہاں پھنسانے میں بڑی دقت پیش آئی۔ ایسا کرنے میں بہت وقت لگ گیا۔ اس دوران کچھوا اور اس کی مادہ جھیل میں تیرتے رہے اور گردن اٹھا کر ان کی کارروائی بھی دیکھتے رہے۔ کچھوا بڑی مشکل سے مادہ کو خاموش رکھ سکا تھا۔ طوطا اور مینا اور اس کی ساتھی چڑیاں۔ بچے کو ڈالی پر رکھ کر ہٹے بھی نہیں تھے کہ انہوں نے دیکھا وہی جنگلی بلی ایک طرف سے دوڑتی چلی آتی ہے۔ درخت پر بیٹھی تمام چڑیاں زور زور سے شور کرنے لگیں۔ ان کے ساتھ ہی مینا اور طوطا بھی چیخ پڑے۔ ان کی آواز سن کر بلی نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ اس کی نظر پتوں میں پھنسے کچھوے کے بچے پر جا پڑی۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ دوڑتی ہوئی درخت کی طرف لپکی اور آناً فاناً درخت پر تقریباً دوڑتی ہوئی چڑھ گئی۔ ''بھر'' کا ایک شور اٹھا اور تمام چڑیاں اڑ گئیں۔ موٹی شاخوں سے ہوتی ہوئی بلی جب اس پتلی سے ڈالی کی طرف بڑھی تو اس کی رفتار بہت کم ہوگئی۔ مینا اور طوطا اوپر کی شاخوں پر جا بیٹھے۔ وہ ٹکٹکی باندھے بلی کو دیکھ رہے تھے۔ بلی پتلی ڈالی پر بہت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ کچھوے کے بچے کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ بچے کو دبوچ لینے کے لیے وہ بے چین ہوگئی۔ اس نے چاہا کہ لپک کر ایک دم میں بچے کو منہ میں بھر لے لیکن اس کا توازن قائم نہ رہ سکا۔ وہ اچانک پھسل گئی اور سیدھی ان کانٹوں پر جا پڑی جو نیچے کچھوے نے لگائے تھے۔ بلی کے وزن سے ڈالی کچھ نیچے جھک گئی تھی۔ جیسے ہی بلی گری ڈالی زور سے جھٹکا کھا کر اوپر گئی۔ اس میں پھنسا ہوا کچھوے کا بچہ گوپھن میں رکھے ہوئے پتھر کی طرف پھینکا گیا۔ وہ ہوا میں ہوتا ہوا سیدھا جھیل کے بیچوں بیچ جا پڑا۔ مادہ اس کی طرف لپکی۔ اور اسے لے کر نیچے چلی گئی۔ ادھر بلی کے جسم پر چاروں طرف ببول کے کانٹے دھنس چکے تھے۔ ایک کانٹا تو اس کی آنکھ میں بھی گھستا چلا گیا تھا۔

بلی کی وہ چیخ انتہائی بھیانک تھی۔ ایک لمحے
کے لیے کچھوے کا دل دہل کر رہ گیا تھا۔
لیکن پھر جب وہ سنبھلا تو اس کے بعد اس
نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ ''وہ مارا'' اور کود کر
سطح کے نیچے تیرتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ
پھر نمودار ہوا۔

اس نے دیکھا بلی کانٹوں میں پھنسی تڑپ رہی ہے اور جیسے جیسے وہ تڑپتی ہے مزید دوسرے کانٹے یا تو اسے زخمی کر دیتے ہیں یا اس کے جسم میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ بلی تڑپتی رہی کچھوے اور تمام چڑیاں اسے دیکھتی رہیں۔ بلی وہیں پھنسی چیختی چلاتی رہی۔ اس کی آنکھ اور جسم سے خون نکل نکل کر بہتا رہا۔ شام ہوتے ہوتے بالآخر بلی نے دم توڑ دیا۔

درخت کی ساری چڑیاں اس کی نچلی شاخوں پر چلی آئیں۔ مینا اور طوطے جھیل کے اوپر جھکی شاخوں پر آ گئے۔ مینا نے کچھوے کو دیکھ کر پکارا ''واہ رے کاہل کچھوے تم تو بڑے عقلمند نکلے۔''

''مینا بی بی ...... میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں ...... طوطے میاں میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔'' کہتے کہتے کچھوے کی آنکھیں بھر آئیں۔

طوطے نے کہا ''کوئی بات نہیں ...... ہمارا کام ختم ہوا۔ اب ہم چلتے ہیں۔''
''اچھا ...... لیکن ملتے رہنا ......'' کچھوے نے کہا۔
''ضرور ضرور ......'' مینا بولی۔ اور وہ سب وہاں سے اڑ کر فضا میں اوجھل ہوتی چلی گئیں۔
اب اس جھیل میں بے شمار چھوٹے بڑے کچھوے ہیں اور اکثر جب ریتیلی زمین پر ان کی مجلسیں برپا ہوتی ہیں تو کوئی نہ کوئی کچھوا ان کے پردادا کچھوے کی بہادری اور ذہانت کا قصہ انہیں ضرور سناتا ہے۔